موجبات فسخ نکاح

اردو فتاوی میں مذکور قدیم وجدید آراء کا تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر حافظ عبدالباسط خان*

A research analysis of conventional and modern viewpoints in Urdu fatawa literature.

This article presents a brief summary of all reasons of dissolution of marriage as described by muslin jurists of sub-continent in their fatawa. In Hanafi school of fiqh, the matter of dissolution is neither flexible nor easy as compared to Maliki school of fiqh.The paper describes all amendments which muslin jurists of this area have taken from Maliki school of fiqh.They recommended these amendments to be enlisted in relevant Hanafi law .Keeping in view the shariah maxim taghyeer ul fatwa b- taghyeer -ul-zamaan some muftis have brought more moderation in this matter.The writer has also described these details along with his own opinion.

اسلام نے عائلی نظام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا پورا انتظام کیا ہے۔لہذا وہ تمام ممکنہ صورتیں جو اس نظام کے مضبوط قیام کیلئے ضروری تھیں اسلام نے بہم پہنچائی ہیں۔ضروری نہیں کہ ہر نکاح کامیاب ہو بلکہ بیشتر اوقات ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جہاں نکاح کے بندھن کا ٹوٹنا ہی فریقین کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔مرد کے پاس اس بندھن کو توڑنے کے لئے طلاق کا حق موجود ہے۔اگر وہ اپنے دیئے ہوئے مہر کو واپس لے کر طلاق دے تو خلع کی گنجائش موجود ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی ایسی صورتیں ہیں جہاں خلع بھی کارگر نہیں ہوتا۔ایسی صورتیں درج ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱۔نامرد ہونا ۲۔متعنت ہونا ۳۔مجنون ہو جانا

۴۔مفقود الخبر ہو جانا ۵۔غائب غیر مفقود ہونا

''الحیلۃ الناجزۃ'' کی تالیف:

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مولانا اشرف علی تھانوی کو خدائے پاک نے دین کی ہمہ جہتی خدمات کی جو توفیق عطا فرمائی تھی وہ علوم اسلامیہ کے کسی واقف سے مخفی نہیں۔ مولانا نے اپنے دور میں اس ضرورت کا احساس کیا کہ وہ عورتیں جن کے خاوند مقدم الذکر صورتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ بسا اوقات اپنی خواتین کو بہت تنگ کرتے ہیں وہ نہ تو خاتون کے ساتھ رشتہ ازدواج میں موجود ان رکاوٹوں کو دور کر کے زندگی خوشگوار بناتے ہیں اور نہ ہی خاتون کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرتے ہیں۔ ادھر چونکہ ہندوستان میں فقہ حنفی رائج ہے اور فقہ حنفی میں مقدم الذکر صورتوں میں عورتوں کو گلو خلاصی میں شدید مشکلات ہیں نیز یہ کہ یہاں ہندوستان میں قضاء کا نظام بھی موجود نہیں تھا جبکہ فقہ حنفی میں فسخ نکاح قاضی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ بعض اطراف سے حضرت تھانوی کو ایسی خبریں بھی موصول ہوئیں کہ عورتوں نے ایسے بد بخت مردوں سے نجات کے حصول کے لئے ارتداد کا راستہ اختیار کر لیا۔ آپ نے ان اسباب ودواعی کے پیش نظر مقدم الذکر صورتوں میں سے اکثر میں فقہ مالکی کی طرف رجوع کا فیصلہ کیا۔[1]

حضرت تھانوی نے اولاً فقہ مالکی کی معتبر کتب سے مسائل درج بالا کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں۔ پھر مدینہ منورہ کے مالکی علماء ومفتیان کرام سے براہ مراسلت ان صورتوں کے مفصل احکام حاصل کئے جو "الحیلۃ الناجزۃ" ہی کے ساتھ شامل ہیں۔ پھر اس کتاب کو لکھ کر اس وقت کے قابل ذکر اہم مدارس مثلاً مظاہر العلوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند وغیرہ سے تصدیقات بھی حاصل کیں، ان مذکورہ مدارس کے حضرات نے آج کل کے مروجہ طریقہ تصدیق کتب ورسائل سے ہٹ کر مکمل کتاب کا مطالعہ کیا اور مفید مشورے بھی دیئے۔ جب کتاب ان کے حسب مشورہ واضافہ مکمل ہوئی تو ان سب حضرات نے اس کی تصدیق فرمائی۔ لہذا بلاشک وشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اس دور کے نمایاں اہل علم کا متفقہ فتوی ہے۔ اس دور سے اب تک فتاوی جات میں اسی تفصیل کے مطابق جوابات دیے جاتے رہے ہیں۔[2]

امراض وعیوب کے باعث فسخ نکاح

امراض کے باعث فسخ نکاح میں ائمہ کا اختلاف:

امراض وعیوب میں چار ممکنہ صورتیں ہیں۔

۱۔ شوہر یا بیوی میں عقد نکاح سے پہلے عیب موجود تھا جس سے دوسرے فریق کو آگاہ نہیں کیا گیا۔ پھر نکاح کے بعد اپنی زبان یا عمل کے ذریعہ دوسرے فریق نے رضامندی ظاہر نہیں کی۔

۲۔ عیب پہلے سے تھا، دوسرا فریق بے خبر تھا، عقد نکاح کے بعد اس نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

۳۔ نکاح کے بعد شوہر میں عیب پیدا ہوا۔

۴۔ نکاح کے بعد بیوی میں عیب پیدا ہوا۔

امراض وعیوب کی اقسام:

مختلف فقہاء کے ہاں جن امراض وعیوب کے باعث نکاح فسخ ہوسکتا ہے۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔

الف: وہ عیوب جو مرد و عورت کے درمیان مشترک ہیں۔

۱۔جنون ۲۔جذام ۳۔برص۔سفید یا کالا (سفید یا سیاہ داغ)

۴۔عزیطہ (مرد و عورت کے بوقت جماع پاخانہ نکل آئے۔اسی حکم میں پیشاب کو بھی رکھا گیا ہے)

ب: وہ عیوب جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔خصاء (مرد کے خصیتین نکال دینا) ۲۔جب (مرد کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو)

۳۔عنت (نامرد) ۴۔اعتراض (مرد کے عضو تناسل میں ایستادگی نہ ہو)

ج: وہ عیوب جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔قرن (ایک بیماری جس میں عورت کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آتی ہے اور اس سے ہمبستری دشوار ہو جاتی ہے)

۲۔رتق (اندام نہانی پر گوشت کا ایسا ٹکڑا پیدا ہو جائے جس کے باعث جماع نہ ہو سکے)

۳۔افضاء (بوجہ کثرت جماع کے ہمبستری اور پاخانہ کے راستے مل جاتے ہیں)

۴۔بخر (شرمگاہ یا بغل یا منہ سے بدبو آنا) [۳]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے ہاں یہ تمام مذکورہ بالا عیوب کسی نہ کسی صورت میں فسخ نکاح کا موجب بنتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے ہاں صرف جُبّ (مقطوع الذکر ہونا) اور عَنَت (نامرد ہونا) موجب فسخ ہیں۔ یہ بھی اس وقت ہے جب عقد نکاح سے پہلے یہ امراض مرد میں موجود تھے اور عوریت کو بوقت عقد علم نہیں تھا۔ یا نکاح کے بعد مرد کو لاحق ہوئے اور وہ بھی ایک مرتبہ عورت سے جماع نہیں کر سکا۔ امام محمد کے ہاں جُب اور عنت کے ساتھ ساتھ برص، جذام اور جنون بھی موجب فسخ ہیں۔[۴]

اب صورت حال یہ ہے کہ مرد کے پاس عورت سے تخلص اور نجات کا راستہ طلاق کی صورت میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنیفہ نے عورت کو لاحق ہونے والے امراض میں مرد کو فسخ کا اختیار نہیں دیا۔ البتہ عورت کو فسخ کا اختیار دیا ہے۔ فقہاء حنیفہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صرف ان عیوب کو بشمول جُب اور عنت کے موجب فسخ نہیں مانتے بلکہ ان کے ہاں وہ تمام عیوب جس کی وجہ سے عورت کا مرد کے ساتھ رہنا مشکل ہو موجب فسخ ہیں۔

"وقال محمد: ترد المرء ة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطيق المقام معه لانها تعذر عليها الوصول الى حقها لمعنى فيه فكان كالجب والعنة" [۵]

امام محمد کہتے ہیں کہ اگر مرد میں کوئی ایسا کھلا ہوا عیب ہو کہ اس کے باوجود اس کے ساتھ رہا نہ جا سکتا ہو تو عورت نکاح رد کر سکتی ہے اس لئے کہ اس بیماری کی وجہ سے اس کے لئے اپنا حق حاصل کرنا مشکل ہو

جائے گا تو اس طرح اب یہ مجبوب اور نامرد ہونے کے حکم میں ہوگا۔کاسانی لکھتے ہیں:

"خلوہ من کل عیب لا یمکنها المقام معه الا بضرر کالجنون والجذام والبرص شرط لزوم النکاح حتی یفسخ به النکاح" ۶

امام محمد کے نزدیک نکاح لازم ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ ایسے عیوب سے خالی ہو جن کے پائے جاتے ہوئے وہ ضرر کے بغیر مرد کے ساتھ نہ رہ سکے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے فسخ نکاح کر دیا جائے گا۔

محقق کی رائے یہ ہے کہ فی زمانہ ایسے مہلک امراض بھی موجود ہیں جو متعدی ہوتے ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ اگر زوجین میں سے کسی ایک میں ایسے کسی متعدی مرض کے جراثیم تشخیص (diagnose) پا جائیں تو مجامعت یا مصاحبت (بوس وکنار وغیرہ) کے ذریعے دوسرے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ایسے چند امراض مندرجہ ذیل ہیں۔

آتشک،سوزاک،PID(PELVIC INFLAMMATORY DISEASE)،شنکرائیڈ(CHANKROID)،ایل جی وی (LGV)(Lymphro Granuluma Veneream)، کینسر یا سرطان اور ایڈز(HIV)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ان متعدی امراض کے نکاح پر اثر انداز ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان تفصیلات کی روشنی میں غور کیا جائے تو ائمہ ثلاثہ کے علاوہ حنیفہ کے نزدیک بھی ایڈز ان امراض میں سے ہے جن کی وجہ سے عورت کو حق تفریق حاصل ہے کیوں کہ یہ برص وجذام سے زیادہ قابل نفرت بھی ہے اور متعدی بھی اور چونکہ جنسی ربط بھی اس مرض کی منتقلی کا ایک اہم سبب ہے اس لئے ایڈز کا مریض شوہر اس کی بیوی کے حق میں نامرد ہی کے حکم میں ہے کہ وہ مرض کی منتقلی کے خوف سے اس مرد کے ذریعہ داعیہ نفس کی تکمیل نہیں کر سکتی۔لہذا عورت کو ایسے مرد کے خلاف دعویٰ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ ۷

مولانا ایک جگہ آتشک اور سوزاک وغیرہ جیسے امراض کو بھی موجب فسخ قرار دیا ہے۔ ۸

اسلامی نظریاتی کونسل نے ایڈز میں مبتلا شوہر کی بیوی کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر کو مجامعت سے روک دے مگر اس بنیاد پر فسخ نکاح کے حق کے بارے میں کونسل کا فیصلہ نہیں آیا۔کونسل کے جملہ اراکین بشمول مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ ۹ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے بھی ایڈز میں مبتلا شخص کی بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے، چاہے عورت کو نکاح سے پہلے اس کے اس مرض کا علم بھی ہو۔ ۱۰

راقم کی تحقیق کے مطابق قدیم اردو فتاوی جات میں ان تمام صورتوں میں جن میں خاوند، امراض کے باعث مستقل طور پر مباشرت پر قادر نہیں وہاں عنین کے احکام لاگو کیے گئے ہیں۔امراض متعدیہ کے متعلق سوالات پوچھے ہی نہیں گئے۔امام محمد کے قول کی بنیاد پر متعدی مرض میں مبتلا شخص کی بیوی کو حق فسخ حاصل ہونا چاہئے البتہ اگر یہ امراض کسی دور میں قابل علاج ہو جائیں تو پھر علاج کیلئے ایک سال کی مہلت دینی چاہئے۔

عنین:

عنین (نامرد) اسے کہتے ہیں جس کا عضو مخصوص تو ہو، مگر وہ عورت سے جماع نہ کرسکتا ہو، مرض کے باعث، ضعف کے باعث، بڑھاپے کے باعث یا کسی اور وجہ سے تو جس عورت سے جماع نہ کرسکتا ہو اس کے حق میں اسے عنین کہیں گے۔۱۱

فسخ نکاح کیلئے عورت قاضی، یا اس کی عدم فراہمی کی صورت میں انگریزی عدالت کے جج کے ہاں (بشرطیکہ وہ قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ کرتے ہوں) دعویٰ دائر کرے گی، اگر وہ بھی فراہم نہ ہو تو مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے اپنا دعویٰ رکھے گی۔

اس جماعت کیلئے چند شرائط ہیں۔

پھر قاضی وغیرہ خاوند سے تحقیق کریں گے اور دعویٰ ثابت ہونے کی صورت میں ایک سال کی مہلت بغرض علاج دی جائے گی۔۱۲

شرائط تفریق:

عورت کی عنین سے تفریق کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ نکاح سے بیشتر اسے مرد کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ ورنہ اگر پہلے سے علم تھا تو اب نکاح کے بعد اسے اختیار نہیں رہے گا۔

۲۔ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی مرد جماع نہ کرسکا ہو۔ اگر ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا تو اختیار ختم ہو گیا

۳۔ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی عورت نے عنین کے ساتھ رہنے پر صراحۃً رضامندی ظاہر نہ کی ہو۔

اگر ایک مرتبہ بھی صراحۃً رضامندی ظاہر کردی تو اسے اختیار نہیں رہے گا۔ محض بوس وکنار، خاوند کے ساتھ لیٹنا وغیرہ رضامندی کی دلیل نہیں۔

عورت کو اسی مجلس میں تفریق کا مطالبہ کرنا چاہیے جس مجلس میں قاضی نے اسے اختیار دیا تھا۔ اگر اس نے اس مجلس میں اس اختیار کو استعمال نہ کیا یا اسی مجلس میں قاضی کے اختیار دینے کے بعد کسی کام میں مشغول ہو گئی، گفتگو کرنا شروع کردی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ عورت کو ایسی صورت میں پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت واجب ہو گی۔ یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب خاوند عنین ہو۔۱۳

مجبوب:

اور اگر ایسی صورت ہو کہ خاوند مجبوب ہو، مجبوب وہ ہوتا ہے کہ جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو۔ مثلاً اس کا حشفہ ہی نہ ہو ایسی صورت میں قاضی معائنہ کراسکتا ہے اگر خاوند مجبوب نکلے تو قاضی فوراً تفریق کروادیگا۔۱۴

عنین کے بارے میں دوسرا موقف:

عنین کے بارے میں دوسرے موقف میں مندرجہ ذیل امور مذکور ہیں۔

۱۔ اگر عورت کو پہلے سے مرد کے نامرد ہونے کی خبر ہوتو فقہاءنکاح کے بعد عورت کے اختیار کو ختم کردیتے ہیں۔ دوسری طرف اگر ایک مرد کو عورت نکاح کے وقت حق مہر معاف کردے یا مرد اس شرط پر نکاح کرے کہ کوئی مہر نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں فقہاء اس شرط کو لغو قرار دے کر مہر لازم کردیتے ہیں۔ اس پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''مہر جو ایک مالی حق ہے وہ اس طرح ختم نہیں ہوجاتا تو جنسی حق تو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اس سے محروم کردینا اس سے کہیں زیادہ ضرر اور فتنہ کا باعث ہے۔'' ۱۵

پھر مزید یہ کہ جب یہ بات ممکن ہے کہ ایک مرد ایک عورت کے حق میں نامرد نہ ہو اور دوسری کے حق میں نامرد ہو تو ہو سکتا ہے کہ عورت نے یہ سمجھا ہو کہ یہ مرد پہلی بیوی کے حق میں نامرد تھا، میرے حق میں نامرد نہیں ہوگا۔ ۱۶

۲۔ اسی طرح اگر عورت نکاح کے بعد رضامندی ظاہر کردے تو ایسی صورت میں بھی فقہاء اس کے حق کو ساقط کردیتے ہیں حالانکہ اگر ایک مرد کی متعدد بیویاں ہوں اور ان میں سے کوئی اپنی نوبت (باری) دوسری بیوی کو دے دے تو وہ اس حق کو جب چاہے واپس لے سکتی ہے۔ ۱۷ تو پھر مناسب یہی ہے کہ اگر عنین کے ساتھ رہنے پر وہ ایک مرتبہ رضامند ہوجائے تو جب وہ تفریق کی طالب ہو اسے تفریق کا حق ہونا چاہیے۔ ۱۸

۳۔ اسی طرح فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ایک مرتبہ اگر عنین جماع کرے تو عورت کا حق تفریق ختم ہوجائے گا۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے فوجیوں کے لئے چھ ماہ سے زیادہ گھر سے باہر رہنے پر پابندی لگائی تھی۔ اسی طرح حضرت کعبؓ نے ایک عورت کے شوہر کو حکم دیا کہ کم از کم چار دن میں ایک مرتبہ ضرور بیوی کو ملا کرو۔ ۱۹ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت بہرحال مرد کی طرح جنسی خواہش رکھتی ہے اور پوری زندگی میں ایک مرتبہ جماع کرلینے سے اس کا حق ختم نہیں ہوتا۔ لہذا عنین کی زوجہ کے لئے حق فرقت ہونا چاہیے اگرچہ وہ ایک مرتبہ جماع کرچکا ہو اور اب جماع کی قوت نہ رکھتا ہو۔ ۲۰

شاید یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور احمد کے ہاں اگر کوئی شخص بغیر قسم کے اپنی عورت کے پاس چار مہینے تک نہ گیا تو بھی ان کے ہاں ایلاء ہوگا۔

"واختلفوا فی من ترک وطئی زوجته للأضرار بها من غير يمين اکثر من اربعة اشهر هل يکون موليا ام لا فقال ابو حنيفة والشافعی لا وقال مالک واحمد فی احدی روايتيه نعم" ۲۱

جو شخص محض بیوی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے قسم کھائے بغیر چار ماہ سے زیادہ وطی کرنا چھوڑ دے تو کیا وہ ایلاء کرنے

والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی نے کہا کہ نہیں۔ جبکہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے کہا ہاں۔ یعنی ایلاء کا حکم ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''میں سمجھتا ہوں کہ جوان عورت جس کا شوہر ادائے حق زوجیت سے عاجز ہو چکا ہے اور وہ ہر لحہ اپنے نفس پر خطرہ محسوس کر رہی ہے، گناہ میں ڈالنے والی فضا نے اس کا احاطہ کر لیا ہے، ایسے حالات میں کسی عالم یا قاضی کا محض یہ کہہ کر عورت کی درخواست خارج کر دینا کہ زندگی میں ایک بار تمہارا شوہر تم سے جماع کر چکا ہے، عدل نہیں ظلم ہے، علم نہیں جہالت ہے۔ ۲۲

۴۔ جہاں عنین کے صحیح ہونے کا غالب گمان نہ ہو وہاں امام مالک فوری تفریق کا بھی حکم دیتے ہیں لہذا اگر قاضی مذہب مالک پر فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ ۲۳

مؤلف کی رائے میں معاشرتی تغیرات کے باعث تقوی وطہارت اور عفت وعصمت کا وہ معیار اب اسلامی معاشروں میں نظر نہیں آتا جو پہلے موجود تھا۔ اسلئے عورت اگر چہ نکاح سے پہلے مرد کے عنین ہونے پر واقف ہو یا بعد میں رضامند ہوگئی ہو، عورت کیلئے حق فرقت برقرار رہنا چاہئے، نیز ایک مرتبہ کے جماع سے اس کا حق فرقت ختم نہیں ہونا چاہئے۔ یک بارگی جماع سے عورت کے حق کا ختم ہو جانا شریعت میں منصوص نہیں، صرف فقہاء کا اجتہاد ہے جسے بوقت ضرورت ترک کیا جا سکتا ہے خاص طور پر جبکہ فقہاء کی دوسری رائے بھی موجود ہے کہ یہ عورت کا ایسا حق ہے جو بار بار پیدا ہوتا ہے۔

زوجۂ متعنت:

متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کو نان ونفقہ نہ دیتا ہو۔ الحیلۃ الناجزہ میں مالکی فقہ کی شرائط کا تذکرہ کر کے زوجۂ متعنت کو بھی ان شرائط کو پورا کرنے کی صورت میں تفریق کا اختیار دیا ہے جو اولاً طلاق رجعی کی صورت میں ہو گا اور اس عدت کے دوران بھی اگر خاوند نفقہ نہ دے سکا تو عدت پوری ہونے پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ عورت کا دعویٰ اسی وقت قابل قبول ہوگا جب اس کے لیے بسہولت یا بروقت دیگر ذرائع سے خرچ کا انتظام نہ ہو سکتا ہو یا انتظام تو ہو سکتا ہے لیکن خاوند سے علیحدہ رہنے کی صورت میں زنا اور اس کے متعلقات کے ارتکاب کا اندیشہ ہے۔ ۲۴

صاحب احسن الفتاویٰ نے لکھا ہے کہ یہ دوسری صورت اسی وقت ہے جب خاوند نہ خرچ دیتا ہو نہ ساتھ رہتا ہو ورنہ ساتھ رہنے کی صورت میں اگر دیگر ذرائع سے خرچ کا انتظام ہے تو ظاہر ہے کہ پھر حق تفریق نہ ہوگا۔ ۲۵

زوجۂ متعسر:

متعسر اس شخص کو کہتے ہیں جو فقر وافلاس کے باعث بیوی کو نفقہ دینے پر قادر نہ ہو۔ اس کا حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے۔

البتہ الحیلۃ الناجزۃ میں اس کا حکم شامل کتاب نہیں ہے۔ زوجہ متعسر بھی زوجۂ متعنت کی طرح ہے۔ فرق یہ ہے کہ متعنت اگر قاضی کی مجلس میں نفقہ ادا کرنے پر رضامندی ظاہر نہ کرے تو قاضی فوراً تفریق کرادے جبکہ متعسر کو ایک ماہ کی مہلت دی جائے گی۔

صاحب احسن الفتاوی نے لکھا ہے کہ متعسر کو ایک ماہ کی مہلت دینا صحت قضاء کے لئے شرط نہیں ہے۔۲۶ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھا ہے کہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اجتہاد سے مہلت دے خواہ کتنی ہی مہلت کیوں نہ دے۔۲۷

مالکی مسلک میں دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر عورت کو نکاح سے پہلے مرد کی تنگدستی کا علم تھا پھر بھی اس نے نکاح کرلیا تو اب نکاح کے بعد حق فسخ نہیں ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں ایسا نہیں ہے بلکہ عورت کو اگر مرد کی تنگدستی کا پہلے سے علم بھی تھا پھر بھی وہ نکاح کے بعد حق فسخ رکھتی ہے۔

مؤلف کے نزدیک شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک حالات و زمانہ کے اعتبار سے موزوں ہے اس لیے کہ نفقہ اور جنسی حق گویا لوازم نکاح ہیں۔ نیز مال (نفقہ) تو عورت کی نفسیاتی کمزوری بھی ہے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ عورت کو بہرصورت حق فسخ دیا جائے۔ اسی لیے ہندوستان میں بہار اور اڑیسہ کے علاقے میں قائم دارالقضاء میں اسی پر عمل ہے۔۲۸

زوجۂ مفقود الخبر :

مفقود الخبر اس شخص کو کہتے ہیں جو گم ہوگیا ہو اسکی کوئی خبر نہ ہو باوجود خوب تحقیق و تفتیش کے اس کا پتہ نہ لگے۔

"فلم يعرف له موضع ولا يعلم أحي هو أم ميت" ۲۹

اس مسئلہ میں جہاں تک مفقود کی بیوی کے دوسرے نکاح کا مسئلہ ہے، حنیفہ اور شافعیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہو جائیں۔ بعض صورتوں میں ان کے ہاں یہ تخفیف ہے کہ جب قاضی کو اس مفقود کی ہلاکت کا غالب گمان ہو جائے تب وہ مفقود کی زوجہ کو نکاح ثانی کی اجازت دے سکتا ہے۔۳۰

امام مالک فرماتے ہیں کہ مفقود کی زوجہ قاضی کے پاس دعویٰ کرنے کے بعد چار سال تک انتظار کرے گی۔۳۱ امام احمد کے ہاں یہی فتوی ہے۔۳۲

حنفیہ کے ہاں امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ امام مالک کے مذہب کی تفصیلات ہی کو الحیلۃ الناجزۃ میں بطور شرائط کے ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورت قاضی کے ہاں جا کر اولاً مفقود سے اپنا نکاح گواہی کے ذریعے ثابت کرے گی (اگر اس کا نکاح مشہور و معروف ہو تو گواہوں کی ضرورت نہیں) پھر اس کا غائب ہونا ثابت کرے گی۔ اسے چار سال انتظار کرنا پڑے گا۔ اس دوران اعلانات و اشتہارات کے ذریعے اس کی تلاش کی حتی المقدور کوشش کی جائے گی۔ چار سال کے بعد عورت عدت وفات (چار ماہ دس دن) گزارے گی۔ امام مالک کے مسلک میں فسخ نکاح کیلئے دوبارہ قاضی کے پاس جانے کی ضرورت

نہیں۔الحیلۃ الناجزہ میں یہاں بجائے مالکی مسلک کے حنفی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے۔عورت فسخ نکاح کیلئے اگر بسہولت ممکن ہو تو قاضی کے پاس جائے گی ورنہ خود ہی عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔۳۳

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عورت اگر قسم کھائے کہ وہ چار سال انتظار نہیں کر سکتی تو قاضی بجائے چار سال کے ایک سال انتظار کا حکم دے سکتا ہے۔ پھر اس ایک سال کے گزرنے پر وہ عدت وفات کی بجائے عدت طلاق (تین ماہواریاں) گزارے گی اور پھر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔۳۴

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فوجیوں کو چار ماہ کے بعد لازماً گھر جانے کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے، نیز مدت ایلاء کے چار ماہ تک محدود کیے جانے کی حکمت کو مدنظر رکھتے ہوئے، مفقود کی بیوی کو ابتلائے معصیت کے اندیشہ کے پیش نظر صرف چار ماہ انتظار کا حکم دینا مناسب ہے۔۳۵

مؤلف کے خیال میں یہاں ایلاء پر قیاس درست نہیں۔خاوند کی جدائی بصورت غیوبت ایک ایسا غم ہے کہ عورت پر اس دوران ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہیں ہے۔لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ کم از کم مدت انتظار ایک سال ہی ہو۔

زوجہ غائب غیر مفقود:

ایسا شوہر جو بالکل لاپتہ نہ ہو لیکن اس کا کوئی متعین پتہ بھی نہ ہو یا پتہ تو ہو مگر وہ خود آتا ہو نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہو نہ ہی عورت کو نان ونفقہ دیتا ہو نہ ہی جنسی حق ادا کرتا ہو ایسا شخص ''غائب غیر مفقود'' کہلاتا ہے۔۳۶

غائب غیر مفقود کی بیوی کو بھی یہی حکم ہے کہ قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے۔ پھر مندرجہ ذیل باتیں گواہی کے ساتھ ثابت کرے۔

۱۔ اس غائب غیر مفقود سے میرا نکاح ہوا تھا۔ ۲۔ اس نے نفقہ نہیں دیا۔

۳۔ نہ ہی نفقہ بھیجا ۴۔ نہ یہاں کوئی انتظام کیا۔

۵۔ میں نے نفقہ معاف بھی نہیں کیا۔

پھر ان تمام باتوں پر قسم کھائے۔ پھر اگر کسی عزیز رشتہ دار نے اس کی کفالت کی ذمہ داری لے لی تو صحیح ہے ورنہ قاضی دو عادل آدمیوں کو اس غائب غیر مفقود کے پاس بھیجے جو اسے پیغام دیں کہ وہ بیوی کو بلائے یا خود آئے یا نفقہ وغیرہ کا انتظام کرے ورنہ طلاق دے دے۔ پھر اگر وہ غائب ان میں سے کسی صورت پر بھی راضی نہ ہو تو قاضی ایک مہینہ کی مہلت دے گا۔ایک مہینہ کے اندر اندر اگر عورت کی شکایت رفع ہوگئی تو صحیح ہے ورنہ عورت قاضی کی دوبارہ درخواست پر کہ وقت گزر گیا اور میری شکایت برقرار ہے،تفریق کرادے گا۔۳۷

مفقود کی واپسی کی صورت میں:

البتہ یہاں ایک اور مسئلہ بھی قابل تحقیق ہے۔ مالکیہ کے ہاں سوائے اس صورت کے کہ عورت نے جب دوسرے مرد سے نکاح کیا تھا تو اس مرد کو علم ہی نہیں تھا کہ اس کا پہلا خاوند غائب ہو گیا تھا، باقی تمام صورتوں میں تمام مرحلوں میں پہلا خاوند جب بھی آجائے، عورت کو اسی کے پاس واپس جانا ہوگا۔ حنفیہ کے ہاں تو یہ متذکرہ بالا شرط بھی نہیں ہے۔ یعنی جب بھی شوہر اول آ گیا، شوہر ثانی کو اس کے مفقود ہونے کا علم تھا یا نہیں، عورت شوہر اول کے پاس جائے گی۔ ۳۸؎

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے یہ ہے کہ چونکہ مفقود کی بیوی اس کے فقدان کے باعث طویل عرصہ تک نفقہ اور جنسی حق سے محروم رہی ہے، نیز یہاں مفقود سے اس کی جدائی قاضی کے ذریعے ہوئی ہے اور ہر جدائی جو قاضی کے ذریعے ہو وہ یا تو فسخ ہوتی ہے یا طلاق بائن، لہذا یہاں مفقود کو یہ سزا ضرور ملنی چاہیے کہ وہ بیوی سے بہر حال محروم رہے۔ کیونکہ وہ طویل عرصہ تک غائب رہ کر بیوی کو کئی پہلوؤں سے اذیت پہنچا چکا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے فقہاء از راہ سزا نشہ میں مبتلا شخص کی طلاق کو واقع کر دیتے ہیں۔ ۳۹؎

مؤلف کی رائے میں مفقود کے فقدان کی وجہ اور سبب میں غور کی ضرورت ہے اگر اس کے فقدان میں اس کا اپنا قصور ہے تو بیوی دوسرے شوہر کو ملنی چاہئے اور اگر اپنا قصور نہیں مثلاً ناجائز مقدمہ میں اندر ہو گیا تو بیوی اسے (شوہر اول) ہی ملنی چاہئے، اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ عورتیں جن کے خاوند جیلوں میں لمبی قید کاٹ رہے ہوں، فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق رکھتی ہیں۔

آج کے دور میں معروضی حالات پر غور کرنے سے کچھ ایسی نئی صورتیں بھی سامنے آجاتی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہاں ہندوستان میں قائم دار القضاء کا ایک فیصلہ اور عصر حاضر میں فسخ نکاح کی ایک کثیر الواقع صورت ذکر کی جاتی ہے۔

زدوکوب کی وجہ سے فسخ:

عورتوں کو زدوکوب کرنا ہمارے معاشروں میں اگر معمول نہیں تو کم از کم موجود ضرور ہے۔ فقہاء نے یہاں بھی ممکنہ حد تک اس باب کے مسائل کو منقح انداز میں پیش کیا ہے۔

قرآن مبین نے اپنے جامع اسلوب میں عورتوں کی نافرمانی کی اصلاح کے تین مدارج بتلائے ہیں:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ ۴۰؎

۱۔ نصیحت کرو۔ ۲۔ عورتوں کو انکے بستروں سے علیحدہ کر دو۔

۳۔ مار پیٹ کرو۔

پھر مار پیٹ کا ایک ایسا درجہ ہے جو اصطلاحاً ضرب مبرح کہلاتا ہے۔ ضرب مبرح (ایسی مار جس سے شدید تکلیف

ہو) کی بہر صورت اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں:

"اتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله وان لكم عليهن ان لا يوطى فرشكم احد تكرهونه فان فعلن فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف" ۴۱

یعنی عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی عصمتیں حلال کی ہیں۔ تمہارا ان پر حق ہے کہ تمہارے بستر کو روندنے نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر ایسا کر گزریں تو ان کو اس طرح مارو کہ تکلیف دہ نہ ہو اور تمہارے ذمہ ان کے لئے معروف طریقہ پر روزی اور لباس ہے۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ چہرے پر نہ مارو اور گالم گلوچ نہ کرو۔۴۲

عام طور پر فقہاء نے مندرجہ ذیل اسباب کے تحت سرزنش کرنے کی اجازت دی ہے۔

۱۔ زیبائش و آرائش نہ کرنا۔ ۲۔ بلانے کے باوجود ہمبستری کے لئے بلا عذر آمادہ نہ ہونا۔

۳۔ نماز نہ پڑھنا۔ ۴۔ غسل جنابت نہ کرنا۔ ۵۔ گھر سے بلا اجازت نکل جانا۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ ان مذکورہ بالا امور میں سے بھی صرف ان اسباب کی وجہ سے مارنا جائز ہے جو مرد کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں باقی وہ امور جو عورت کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں ان کی وجہ سے مارنا جائز نہیں۔

"وذكر في النهاية انه انما يضربها لمنفعة تعود اليه لا لمنفعة تعود الى المرءة الا ترى ليس له ان يضربها على ترك الصلوة" ۴۳

اب اگر ایسی صورت ہو کہ عورت نے کوئی ایسی غلطی کی جسکی وجہ سے اسے مارنا جائز تھا پھر خاوند نے اسے ایسا مارا کہ اس کی موت واقع ہوگئی تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ ضامن ہوگا۔

"اذا عزر زوجته لترك الزينة او الاجابة اذا دعاها الى فراشه او لاجل ترك الصلوة اوالخروج من البيت يعني فماتت فانه يكون ضامنا" ۴۴

اسی طرح اگر عورت کی نافرمانی کے بغیر اسے مار پیٹ کی جائے تو پھر بھی شوہر ذمہ دار ہوگا۔۴۵ امام ابوحنیفہ کے ہاں ایسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں مقدمہ کر سکتی ہے اور قاضی خاوند کو بلا کر مناسب سرزنش کرے گا۔ امام مالک کے مسلک میں اگر خاوند بیوی کو تکلیف دہ حد تک مارے تو وہ قاضی کے ہاں جا کر نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔۴۶

یہاں دو امور قابل توضیح ہیں۔

اول۔ یہ کہ ضرب مبرح کس مار کو کہتے ہیں۔

تفسیر خازن میں بیوی کو شدید زدوکوب کی مذمت کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"ففی هذه الاحادیث دلیل علی ان الاولی ترک الضرب للنساء فان احتاج الی ضربها للتادیب فلا یضربها ضربا شدیدا ولیکن ذالک مفرقا ولا یوالی بالضرب علی موضع واحد عن بدنها ولیتق الوجه لانه مجمع المحاسن ولا یبلغ بالضرب عشرة اسواط وقیل ینبغی ان یکون الضرب بالمندیل والید ولا یضرب بالسوط والعصا وبالجملة فالتخفیف بأبلغ شیء اولی فی هذا الباب" ۴۷

ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بہتر یہی ہے کہ عورتوں کو نہ مارا جائے لیکن اگر برائے تادیب حد درجہ ضرورت ہو تو پھر شدید نہ مارے بلکہ مختلف جگہوں پر مارے، ایک ہی جگہ پر نہ مارتا چلا جائے، چہرے پر بھی نہ مارے کہ وہ خوبصورتی اور محاسن کا مظہر ہے۔ مارنے کی مقدار دس کوڑوں تک نہ پہنچائے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ کوڑے اور لاٹھی سے نہ مارے۔ سزا میں آخری درجہ تخفیف اس معاملہ میں بہتر ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ایسی شدید مار نہ مارے جو ہڈی توڑ دے، کھال پھاڑ دے یا سیاہ کردے۔ ۴۸

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ

۱۔ چہرہ پر مارنا ۲۔ ایک ہی مقام پر مسلسل مارنا

۳۔ ایسی مار کہ نشان پڑ جائے یا کھال سیاہ ہو جائے یا پھٹ جائے اور خون نکل آئے یا ہڈی ٹوٹ جائے۔ ۴۔ کوڑے اور لاٹھی سے مارنا

یہ تمام صورتیں ضرب مبرح میں داخل ہیں۔ پھر پیٹ، سینہ، دماغ اور جسم کے ایسے حصوں پر مارنا جو طبی اعتبار سے خاص نزاکت کے حامل ہیں بدرجہ اولی اس میں داخل ہونگے۔ ۴۹

دوم۔ یہ بات قابل توضیح ہے کہ مالکی مسلک کی اس بارے میں کیا تفصیل ہے۔

تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شوہر نے بیوی کو تکلیف دہ حد تک اس کی غلطی پر مارا ہے یا کسی سبب شرعی کے بغیر مارا ہے یا لعن طعن کیا ہے اور برا بھلا کہا ہے تو چاہے یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ پیش آیا ہو اگر عورت تفریق کا تقاضا کرے تو قاضی تفریق کردے گا۔

۲۔ پھر اگر طلاق کی بجائے عورت اصلاح احوال چاہتی ہو تو قاضی شوہر کو سمجھائے گا۔ ڈانٹ کر فہمائش کرے گا۔ اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو اور قاضی مناسب سمجھے تو مار کر سرزنش کرے۔

۳۔ پھر اگر عورت مرد کی ظلم وزیادتی کی مدعیہ ہو مگر یہ ثابت نہ ہو سکے یا زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کی زیادتی کا مدعی ہو مگر اثبات نہ ہو سکے تو قاضی حکم دے گا کہ یہ لوگ شریف اور صالح لوگوں کے درمیان رہیں تا کہ ان کے ذریعے نشاندہی ہو سکے کہ زیادتی کس کی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ پہلے سے ایسے لوگوں کے درمیان نہ رہتے ہوں۔

۴۔ پھر بھی اگر زوجین میں نزاع باقی رہے اور قاضی کے ہاں کسی ایک فریق کی زیادتی ثابت نہ ہو سکے تو قاضی دو حکم مقرر کرے گا اور معاملہ ان کے اختیار میں ہوگا صلح کروادیں یا خلع پر خاوند کو راضی کر لیں۔۵۰

ہندوستان میں امارت شرعیہ بہار اور اڑیسہ میں فقہ مالکی پر ہی عمل ہے۔۵۱

دارالقضاء پھلواری شریف پٹنہ، ہندوستان کا ایک فیصلہ:

یہاں پھلواری شریف میں قائم دارالقضاء کے ایک مقدمہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ زن وشو کے تعلقات میں وہ کونسے اسباب ہیں جو ان حضرات اصحاب قضاء کے ہاں فسخ نکاح کا موجب ہیں۔

مدعیہ زینب کا نکاح مدعا علیہ سعید سے عرصہ چار سال ہوئے ہوا تھا۔ مدعیہ کا کہنا ہے کہ مدعا علیہ اسے:

۱۔ نفقہ ادا نہیں کرتا ۲۔ زدوکوب کرتا ہے

۳۔ زنا کی تہمت لگاتا ہے

مقدمہ کی مکمل کارروائی یعنی مدعا علیہ کے بیانات، گواہان کی گواہی اور قرائن سے یہ امور واضح ہوئے کہ:

۱۔ مدعی علیہ، مدعیہ کو زدوکوب کرتا تھا، اس نے پنچائیت کے سامنے اس کا اقرار کیا۔

۲۔ مدعی علیہ اگرچہ یہ کہتا ہے کہ باوجود بار بار بلانے کے مدعیہ اپنے میکہ سے واپس اپنے سسرال نہیں آئی تاہم مدعیہ اقرار کرتی ہے کہ مدعی علیہ نے اس پر کئی بار تہمت زنا لگائی ہے جس کی وجہ سے وہ اب سسرال میں نہیں جا سکتی۔

۳۔ یہ حقیقت ہے کہ جب سے مدعیہ اپنے میکہ میں ہے مدعی علیہ نے اسے نفقہ وغیرہ نہیں دیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدعی علیہ کے بار بار اصرار پر بھی جب مدعیہ اپنے سسرال واپس نہیں گئی تو وہ ''ناشزہ'' تو نہیں ہوگئی جس کے باعث وہ تعسر نفقہ یا عدم نفقہ کی شکایت نہیں کر سکتی۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی فیصلہ کرتے ہیں کہ جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مدعی علیہ نے، مدعیہ پر کئی بار تہمت زنا لگائی ہے جسے وہ ثابت بھی نہیں کر سکا تو عورت کو حق ہے کہ وہ اپنی عصمت بچانے کے لئے مدعی علیہ کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے لہٰذا وہ ''ناشزہ'' نہیں ہے، اس لئے نفقہ سے محروم نہیں کی جا سکتی۔ ثابت ہوا کہ مدعیہ، مدعیٰ علیہ کے اصرار کے باوجود نہ جانے پر بھی ''ناشزہ'' نہیں لہٰذا اس کا نفقہ نہ دینے کا الزام بالکل درست ہے۔۵۲

چنانچہ فیصلہ دیتے ہوئے قاضی موصوف لکھتے ہیں۔

''میں نے مدعیہ زینب بنت شہاب الدین کا عقد نکاح مدعا علیہ محمد سعید ولد وزیر سے بسبب عدم انفاق وایذا رسانی منجانب زوج وقذف مدعیہ دفع ضرر وظلم ورفع تکلیف مالا یطاق واحتراز عن النفقہ کے پیش نظر فسخ کر دیا۔اب مدعیہ، مدعا علیہ کی بیوی نہیں رہی۔عدت گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے فقط'' ۵۳

حاصل بحث:

اس فیصلہ میں قاضی کے یہ جملے قابلِ توجہ ہیں۔

''نیز یہ بھی ثابت ہے کہ مدعا علیہ مدعیہ کو تہمت زنا بغیر ثبوت لگا تا ہے۔جو ایک عورت پر صریح ظلم ہے اور جس کی وجہ سے باہم اعتماد اٹھ جاتا ہے اور طبیعت میں وہ نشاط وانس باقی نہیں رہ سکتا جو ازدواجی تعلقات کے لئے ضروری ہے۔'' ۵۴

اس فیصلہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عصر حاضر میں عائلی معاملات میں ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جہاں وہ پانچ اسباب اپنی بیان کردہ شرائط کے مطابق تو نہیں پائے جاتے جنکی بناء پر قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاہم وہاں فسخ نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔

یہاں مدعیہ کا دعویٰ زدوکوب بھی حنفیہ کے ہاں موجب فسخ نہیں ہے۔عدم انفاق بھی یہاں مکمل طور پر ثابت نہیں ہے کیونکہ بظاہر عورت ناشزہ معلوم ہوتی ہے اور دعویٰ تہمت زنا بھی موجب فسخ نہیں پھر بھی نکاح فسخ کر دیا گیا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ زدوکوب کی وجہ سے فسخ نکاح کا معاملہ مالکی فقہ سے لیا جا سکتا ہے جیسا کہ دیگر موجبات فسخ کو لیا گیا ہے۔پھر جبکہ ہندوستان کے دارالقضاء میں اس پر عمل بھی ہے تو گویا قضاء سے فتویٰ میں راہنمائی لی جا سکتی ہے۔کیونکہ فقہاء کی عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضاء اور فتویٰ دو علیحدہ علیحدہ شعبے ہیں اور جہاں کسی حکم کو قضاء کے لیے مشروع کیا گیا ہو وہاں اسے فتویٰ کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔لیکن کسی ایک شعبے سے دوسرے میں راہنمائی لی جا سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ راقم نے آخر میں اس مندرجہ بالا فیصلہ کو ذکر کیا ہے۔راقم کے نزدیک اس فیصلہ سے یہ راہنمائی لی جا سکتی ہے کہ جہاں عورت کو شدید طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہو وہاں نکاح کے فسخ ہونے کا فتویٰ دینا چاہیے۔اس لیے کہ موجبات فسخ نکاح کا دائرہ جب تک وسیع نہیں کیا جائے گا، خلع کے فیصلوں کی بے قاعدگیاں اور پیچیدگیاں دور نہیں کی جا سکتیں۔ھذا ما عندی واللہ اعلم

حوالہ جات

۱۔ تقی عثمانی، مولانا، (حرف آغاز) الحیلۃ الناجزہ، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۷ء ص ۹، ۱۰

۲۔ بطور مثال چند فتاویٰ جات درج ذیل ہیں۔ محمد شفیع، مفتی امداد المفتین، کراچی دارالاشاعت، ۱۹۸۵ء، ص ۵۵۵۔۵۶۹؛ محمود حسن گنگوہی، فتاویٰ محمودیہ، کراچی، جامعہ فاروقیہ، ۲۰۰۵ء، ۱۳/ ۱۵۷۔۲۹۷؛ لدھیانوی، رشید احمد، مفتی، احسن الفتاوی، کراچی، ایچ، ایم سعید کمپنی، ۱۴۲۵ھ، ۵/ ۲۵۷۔۲۹۲

۳۔ محمد عبد الرحمٰن عثمانی، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الأئمۃ، مصر، مطبع مصطفی البابی ۱۹۶۰ء، ص ۲۱۰؛ رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، جدید فقہی مسائل، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ۳/ ۱۰۷، ۱۱۰۔۱۱۱

۴۔ رحمۃ الامۃ، ص ۲۱۰

۵۔ زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق مع حاشیۃ الشلبی علی تبین الحقائق، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۰ھ، ۳/ ۲۴۶

۶۔ کاسانی، علاء الدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ۲/ ۳۲۷

۷۔ جدید فقہی مسائل، ۵/ ۳۴ ۸۔ ایضا، ۳/ ۱۱۲

۹۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ، ۲۰۰۲ء۔۲۰۰۳، طابع و ناشر، اسلام آباد، اسلامی نظریاتی کونسل، اگست، ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۴۔۲۲۷

۱۰۔ آٹھویں فقہی سیمینار کا فیصلہ مشمولہ اہم فقہی فیصلے، مرتب، مجاہد الاسلام قاسمی، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۹۹۹ء، ص ۸۷۔۸۸

۱۱۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، ۳/ ۲۳۸ ۱۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۴۹-۱۵۲

۱۳۔ الحیلۃ الناجزۃ ص ۴۳۔۵۰ ۱۴۔ المبسوط، ۹/ ۵۰

۱۵۔ الحیلۃ الناجزۃ ص ۴۹۔۵۰ ۱۶۔ جدید فقہی مسائل، ۳/ ۱۱۶

۱۷۔ محولہ بالا ۱۸۔ الھدایۃ، ۱۱/ ۲۲۲

۱۹۔ جدید فقہی مسائل، ۳/ ۱۱۶۔۱۱۷ ۲۰۔ المغنی ۷/ ۲۳۱۔۲۳۲

۲۱۔ جدید فقہی مسائل، ۳/ ۱۲۱

۲۲۔ رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، کتاب الفتاوی، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰۸ء، ۵/ ۱۹۳

۲۳۔ منظور احمد مفتی، عنین کو ایک سال کی مہلت دیئے بغیر فسخ نکاح کا حکم، المباحث الاسلامیہ، جلد ۳، شمارہ ۱، ص ۱۱۶

۲۴۔ الحیلۃ الناجزۃ ص ۴۷۔۷۳ ۲۵۔ احسن الفتاوی، ۵/ ۴۱۲

۲۶۔ ایضا، ۵/ ۴۱۳ ۲۷۔ جدید فقہی مسائل، ۳/ ۸۴

۲۸۔ محولہ بالا

۲۹۔ مرغینانی، علی بن ابی بکر، بدایۃ المبتدی مع الھدایۃ، بیروت، المکتبۃ الاسلامیہ، س۔ن، ۲/ ۱۸۰

۳۰۔ تبین الحقائق، ۳/ ۱۱۱۔۳۱۲، الام، ۹/ ۲۳۴

۳۱۔ ابن رشد، محمد بن احمد، ابن رشد مع المدونۃ الکبری، مکۃ المکرّمۃ، مکتبہ عباس احمد الباز ۱۴۱۵ھ، ۵/ ۲۹۴۔۲۹۵

۳۲۔ المغنی، ۹/ ۱۸۶ ۳۳۔ الحیلۃ الناجزہ، ص ۶۲۔۶۳

۳۴۔ الحیلۃ الناجزہ،ص ا۷
۳۵۔ جدید فقہی مسائل،۳/ ۹۷۔۹۸
۳۶۔ الحیلۃ الناجزہ،ص ۷۷
۳۷۔ ایضا،۷۷-۷۸
۳۸۔ ایضا،۶۷-۶۸
۳۹۔ جدید فقہی مسائل،۳/ ۹۸۔۹۹
۴۰۔ النساء۴: ۳۴
۴۱۔ احکام القرآن لجصاص،۳/ ۱۵۰
۴۲۔ جامع البیان (تفسیر طبری)،۵/ ۶۶
۴۳۔ حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق،۳/ ۶۴۰
۴۴۔ تبیین الحقائق،۳/ ۶۴۱
۴۵۔ البحر الرائق،۵/ ۵۳
۴۶۔ تبیین الحقائق،۳/ ۶۴۰
۴۷۔ الشرح الصغیر،۲/ ۵۱۲
۴۸۔ بغدادی، علاء الدین، علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ۱/ ۳۷۱
۴۹۔ ردالمحتار،۴/ ۷۹
۵۰۔ الصاوی، المالکی، احمد بن محمد، بلغۃ السالک لاقرب السالک، بیروت، دار المعارف، س ن،۲/ ۱۱۱-۱۱۰
۵۱۔ ایضا،۳/ ۱۰۲
۵۲۔ فسخ نکاح، عدالت دار القضاء وامارات شرعیہ بہار واڑیسہ، پھلواری شریف، مقدمہ نمبر ۲۱/ ۴۲۷۸، مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، (سہ ماہی) بحث ونظر، اپریل تمبر ۱۹۹۷ھ،ص ۱۳۶
۵۳۔ ایضا،ص ۱۳۷
۵۴۔ ایضا،ص ۱۳۷